منصب معلمین کے تقاضے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى ، أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ﴿لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولًا من أنفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلالٍ مبين﴾ وقال النبي ﷺ : " إنما بُعثت معلمًا ، وقال :" العلماء ورثة الأنبياء ،وإنما الأنبياء لم يورّثوا دينارًا ولا درهمًا ، إنما ورّثوا العلم ، فمن أخذه أخذ بحظ وافر ".

حضرات علمائے کرام! آپ مختلف علماء کے بیانات سے مستفید ہوتے رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس استفادہ کو آپ کے لیے خیر اور فلاح کا ذریعہ بنائے۔ مجھے مکلّف کیا گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے کچھ گزارشات پیش کروں، تو بحیثیت معلم اور مدرس میں اپنے تجربات کی روشنی میں بعض امور آپ کے سامنے پیش کروں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اچھی نیت کے ساتھ ان باتوں کو کہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پھر اس کا فائدہ مجھے اور آپ کو عطا ہو۔

جہاں تک تعلق ہے معلم کے فرائض کا اور اس کی ذمہ داریوں کا، تو اس سلسلے میں ایک بات اپنے تجربہ کی بنا پر آپ سے عرض کروں گا کہ طلبہ جو مدارس کے اندر علم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام بے حد ضروری ہے اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ آنے والے طالب علم اپنے ماضی کے اعتبار سے خواہ کیسے بھی رہے ہوں، لیکن مدرسے میں آنے کے بعد جب ان کو اچھا ماحول نصیب ہوتا ہے اور اچھی تربیت ان کے لیے فراہم کی جاتی ہے تو ان کی زندگی ہمیشہ کے لیے قابلِ رشک نہیں، انتہائی قابلِ رشک بن جاتی ہے۔ میں نے اس کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہے، اس لیے مدارس میں جہاں تعلیم کا اہتمام ہے وہاں تربیت کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔ تربیت کا یہ مطلب نہیں کہا آپ ڈنڈا لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے رہیں، ان کو مرعوب کرنے کے لیے خوف زدہ اور دہشت زدہ نہ بنائیں، بل کہ شفقت غالب ہونی چاہیے، کہیں ضرورتِ شدیدہ کے پیشِ نظر اگر تادیب کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عمومی احوال میں اور اکثر اوقات میں تربیت کے لیے شفقت کے پہلو کو غالب رکھنا چاہیے۔

دوسری ایک بات میں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھے معلم اور مدرس کی پہچان یہ ہے کہ طلبہ اس کے سبق کو اتنی اہمیت دیں کہ وہ کسی قیمت پر اس کے سبق کو ناغہ کرنے لیے تیار نہ ہوں اور اس استاذ کے سبق کو یاد کرنے میں وہ مبالغہ کی حد تک کام لیں۔

اگر کوئی استاذ اس طرح ہے کہ طالب علم اس کے سبق میں کبھی آتا ہے، کبھی نہیں آتا، اس کے سبق کو یاد کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ استاذ ناکام ہے، وہ کامیاب استاذ نہیں کہلائے گا۔ کامیاب استاذ وہی کہلائے گا جس کے سبق کے ساتھ طلبہ کو شغف ہو اور وہ اس کو ناغہ کرنے لیے تیار نہ ہو اور اس کو یاد کرنے کا پورا اہتمام کریں، یہ کب ہوگا؟...... یہ جب ہوگا جب کہ استاذ سبق کی ایسی تیاری کر کے آئے کہ وہ سبق اس کو زبانی یاد ہو، مختلف عنوانات سے وہ طلبہ کو سمجھانے پر قادر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کتاب کے تابع ہو کر وہ بات کر رہا ہے، کتاب ہٹادی جائے تو وہ سبق کے بیان کرنے سے قاصر ہو، نہیں، نہیں! پورا سبق استاذ خود اپنے ذہن میں پورے طریقے سے محفوظ کرے اور پھر درس گاہ میں آئے اور سبق کی تقطیع کر کے اس کو سمجھائے، یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا اور یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس جزء اول کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے اور دوسرے جزء کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے، پھر اس کے بعد کتاب پر منطبق کرے، اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو طالب علم کو بہت سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے بعض اساتذہ کو دیکھا کہ ان کو سبق پڑھانے کے لیے کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، میں نحو میر اور ہدایۃ النحو کی بات نہیں کر رہا، بل کہ بیضاوی اور اسی طریقے سے توضیح تلویح اور اسی طریقے سے خیالی جیسی مشکل کتابیں استاذ کتابیں سامنے رکھے بغیر پڑھاتے تھے اور طالب علموں کو نماز میں وسوسے آسکتے ہیں، دعا کے وقت وسوسے آسکتے ہیں لیکن ان کے سبق میں وسوسہ بالکل نہیں آتا تھا، ایسی وہ طالب علموں پر گرفت قائم کر لیتے تھے تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کا سبق خوب یاد کرتے تھے اور ان کے سبق میں حاضری کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ استاذ کو اس بات کی بہت رعایت کرنی چاہیے کہ وہ طلبہ جو جماعت میں کمزور ہیں، ان کو پیشِ نظر رکھ کر سبق پڑھائے۔ مختلف استعداد کے لڑکے ہوتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو خود ہی مطالعہ میں کتاب حل کر کے لاتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو استاذ کی بات سن کر کتاب کو بہت آسانی سے سمجھ جاتے ہیں، بعض بے چارے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایک مرتبہ بیان سے سبق سمجھ میں نہیں آتا تو ان کے لیے عنوان بدل کر آسان طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی جائے، اس سے بے نیاز ہو کر کہ سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں آرہا ہے (ایسے ہی) پڑھانا، یہ کام درست اور صحیح نہیں۔

طلبہ کو سبق میں سوال کی اجازت بھی ہونی چاہیے، بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سبق میں طالب علم نے سوال کر لیا تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے، یا الزامی جواب دے کر اس کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، بل کہ طالب علم کے سوال کا منشاء سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کو حل کرنے کے لیے اور طالب علم کو مطمئن کرنے لیے اطمینان بخش جواب دینا چاہیے۔

اسی طریقے سے یہ بھی ضروری ہے کہ طالب اور استاذ کے درمیان مرتبے کا فرق برقرار رہے، بعض استاذ طلبہ سے اتنے بے تکلف اور فری ہو جاتے ہیں کہ استاذ اور شاگرد کے مرتبے کی رعایت برقرار نہیں رہتی، یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بعض ایسے عبوساً قمطریراً بن کر رہتے ہیں کہ طالب علم کو استاذ سے دریافت کرنے کی جرات اور ہمت نہیں ہوتی، یہ باتیں غلط ہیں۔ آپ کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ فرق مراتب بھی برقرار رہے اور طلبہ کو اپنا سوال پیش کرنے میں کسی طرح کی الجھن اور تکلف نہ ہو۔

اس کے علاوہ عام طور پر ہمارے مدارس کے اندر جو طلبہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں، ان کی ذہن سازی اس نکتۂ نظر سے بے حد ضروری ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ میرے کہنے کا منشا یہ ہے کہ بہت سے لوگ تعلیم تو حاصل کر لیتے ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر تجارت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا صنعت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا اسی طریقے سے کوئی اور ذمہ داری اختیار کر لیتے ہیں اور دس پندرہ سال میں جو علم انہوں نے حاصل کیا ہے، اس سے نہ خود مستفید ہوتے ہیں اور نہ خلقِ خدا کو مستفید کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بناتے ہیں تو اس بنا پر یہ بات بے حد ضروری ہے۔

میں نے بہت سے مولویوں کو دیکھا کہ انہوں نے پڑھا ہے، پڑھنے کے بعد عالم فاضل ہو گئے اور کئی میری نظر میں ایسے ہیں جن کی استعداد بہت اعلیٰ اور بہت عمدہ اور بہت بہترین تھی لیکن یہ کہ وہاں سے آنے کے بعد پیشہ اختیار کیا تو تعلیم و تدریس کا پیشہ اختیار نہیں کیا، کسی نے کہیں گاڑی چلانا شروع کر دی، کسی نے فوج کے اندر نوکری شروع کر دی، کسی نے کارخانہ لگا لیا تو اس طرح کے کام (یعنی) کارخانہ لگانے والے یا فوج کی نوکری کرنے والے کم نہیں ہیں، یہ لوگ لاکھوں کروڑوں میں سے سینکڑوں کی تعداد میں نہایت کم مقدار میں علم دین حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، یہ اگر دین کی اشاعت کے لیے اپنے آپ کو مختص نہ کریں تو یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ ان مولویوں نے علم حاصل کرنے کے بعد اپنی اولاد کو جو دوسرے شعبے کے ساتھ متعلق کر دیا اور علم دین کے لیے انہوں نے اپنی اولاد کا انتخاب نہیں کیا، وہ اپنے عمل سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم تو بد قسمت تھے جو ہم نے علمِ دین حاصل کیا، ہم اپنی اولاد کو بد قسمت نہیں بنائیں گے۔ تو کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو عالم نہیں بناتے، خود عالم بنے، علم کو رواج دینے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مختص نہیں کیا اور اپنی اولاد کو بھی علم دین کے لیے مدارس میں داخل نہیں کیا، ایسے لوگ معاف فرمائیں ہماری نظر میں دین کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں...... اللہ تعالیٰ کے اس دین کی حفاظت کے لیے فراستِ نبوت کو نظر انداز کر کے دوسرے طریقوں کو خود اپنے لیے اختیار کرنا اور اپنی اولاد کے لیے اختیار کرنا انتہائی ناشکری کی بات ہے۔

بہر حال آپ حضرات، حضراتِ علمائے کرام کے بیانات سنتے رہتے ہیں، میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے اور آپ کی تمام توانائیاں اور آپ کی تمام صلاحیتیں وہ علم دین اور علمِ شریعت کی اشاعت اور اس کو عام کرنے لیے قبول فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین